بسم الله الرحمن الرحيم

علم، عمل اور اخلاص

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ وَ کَفٰی وَ سَلٰمٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْدُ!
فَاعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ. بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
یَرْفَعِ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَالَّذِیْنَ اُوْتُو الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ وَ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی فِیْ مَقَامٍ اٰخر اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا وَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اُطْلُبُوْا الْعِلْمَ مِنَ الْمَھْدِ اِلَی اللَّحْدِ او کما قال علیہ الصلوۃ و السلام .سُبْحٰنَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّۃِ عَمَّا یَصِفُوْنَ وَ سَلٰمٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ وَ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ o

ہر انسان دنیا میں عزت کی زندگی گزارنا چاہتا ہے۔ اس عزت کی تلاش میں اسے دن رات محنت کرنا پڑے تو بھی نہیں گھبراتا، اپنے آرام کو قربان کرنا پڑے تو بھی پیچھے نہیں ہٹتا۔

عزت ملنے کے دو ذرائع:

اس کے دل کی ایک تڑپ اور تمنا ہوتی ہے کہ مجھے عزت کی زندگی نصیب ہو۔ دنیا میں عزت دو طرح سے ملتی ہے۔ ایک مال کے ذریعے اور دوسری نیک اعمال کے ذریعے۔ مگر دونوں عزتوں میں فرق ہے۔ مال جس طرح خود عارضی چیز ہے، ڈھلتی چھاؤں ہے، اس سے ملنے والی عزت بھی ناپائیدار ہوتی ہے۔

جو شاخ نازک پہ آشیانہ بنے گا ناپائیدار ہوگا

نیک اعمال چونکہ باقی رہنے والے ہوتے ہیں، باقیات الصالحات میں سے

ہوتے ہیں۔ تو یہ طے شدہ بات ہے کہ علم کو مال پر کئی وجوہات کی بنا پر فضیلت حاصل ہے۔ علم سے انسان عمل کرتا ہے اور اعمال کی وجہ سے اسے دنیا و آخرت میں عزتیں ملتی ہیں۔ اس لئے جو عزت انسان کو نیکی کی بناء پر ملتی ہے وہ دائمی عزت ہوا کرتی ہے۔ فرمایا وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَ لِرَسُوْلِهٖ وَ لِلْمُؤْمِنِیْنَ عزت اللہ رب العزت کے لئے، اس کے رسول ﷺ کے لئے اور ایمان والوں کے لئے ہے۔

علم کی فضیلت مال پر:

1- علم انبیائے کرام کی میراث ہے اور مال قارون اور فرعون کی میراث ہے۔

2- علم کے حاصل ہونے سے انسان کے دوست بڑھتے ہیں اور مال کے حاصل ہونے سے انسان کے حاسد بڑھتے ہیں۔

3- علم کو چوری کا خطرہ نہیں ہوتا اور مال کو کبھی امن نصیب نہیں ہوتا۔

4- علم تو سینے کا نور ہے انسان جہاں جائے گا ساتھ ہوگا جب کہ مال تو تجوری میں ہوتا ہے ہر وقت اس کے ساتھ نہیں ہوتا۔

5- علم جتنا بھی پرانا ہو اتنا راسخ ہوتا ہے اس کا مرتبہ اور مقام بڑھتا چلا جاتا ہے اور مال جتنا پرانا ہو جائے یہ اپنی قیمت گھٹا بیٹھتا ہے۔ آج سے پچاس سال پہلے روپے کی جو قیمت تھی آج آپ کو روپے کی آدھی بھی قیمت نہیں ملے گی۔

6- علم کی محبت سے انسان کریم ہوا کرتا ہے جب کہ مال کی محبت سے انسان بخیل ہوا کرتا ہے۔

7- علم کو جتنا خرچ کیا جائے اتنا بڑھتا ہی چلا جاتا ہے اور مال کو جتنا خرچ کیا جائے وہ اتنا گھٹتا چلا جاتا ہے۔

8- علم کی محبت دل میں ہو تو انسان کے دل میں نور آتا ہے جب کہ مال کی محبت دل

میں ہوتو انسان کے دل میں اندھیرا آتا ہے۔

9- علم انسان کی حفاظت کرتا ہے جب کہ مال کی حفاظت انسان کو کرنا پڑتی ہے۔

10- علم سے انسان مال تو کما سکتا ہے مگر مال سے انسان علم کو نہیں خرید سکتا۔

11- مال کی کثرت کی وجہ سے فرعون نے کہا تھا انا ربکم الاعلی یعنی خدائی کا دعویٰ کیا تھا، مال نے اس میں تکبر پیدا کر دیا تھا جب کہ علم کی کثرت کی وجہ سے اللہ رب العزت کے محبوب ﷺ نے فرمایا ما عَبَدْنَاکَ حَقَّ عِبَادَتِکَ وَ مَا عَرَفْنَاکَ حَقَّ مَعْرِفَتِکَ تو علم نے عاجزی اور تواضع پیدا کر دی۔

مال کی بے ثباتی:

عام طور پر یہ تاثر پایا جاتا ہے کہ مال ہوگا تو سب کام سنور جائیں گے۔ مثل مشہور ہے کہ مال ہو تو انسان شیرنی کا دودھ بھی خرید سکتا ہے۔ یہ محض دھوکا ہے۔ مال سے بہت سارے کام ٹھیک ہو جاتے ہیں مگر ہر کام ٹھیک نہیں ہوتا۔ آپ خود سوچئے کہ

1- مال سے انسان عینک تو خرید سکتا ہے، بینائی تو نہیں خرید سکتا۔

2- مال سے انسان کتاب تو خرید سکتا ہے، علم تو نہیں خرید سکتا۔

3- مال سے انسان نرم بستر تو خرید سکتا ہے، میٹھی نیند تو نہیں خرید سکتا۔

4- مال سے انسان اچھے کپڑے تو خرید سکتا ہے، حسن و جمال تو نہیں خرید سکتا۔

5- مال سے انسان گھر میں نوکر تو لا سکتا ہے، نیک بیٹا تو نہیں لا سکتا۔

6- مال سے انسان دوائیں تو خرید سکتا ہے، اچھی صحت تو نہیں خرید سکتا۔

7- مال سے انسان خضاب تو خرید سکتا ہے، شباب تو نہیں خرید سکتا۔

8- مال سے انسان لوگوں کی خوشامد تو خرید سکتا ہے، کسی کے دل کی محبت تو نہیں خرید سکتا۔

9- مال سے ہر کام دنیا میں بھی نہیں ہوتے اور روز محشر تو مال بالکل ہی کام نہیں آئے گا۔

اللہ رب العزت کا ارشاد ہے فرمایا یَوْمَ لَا یَنْفَعُ مَالٌ وَّ لَا بَنُوْنَ اِلَّا مَنْ اَتَی اللّٰہَ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ ۔روز محشر نہ مال کام آئے گا اور نہ ہی بیٹے مگر جو شخص سنورا ہوا دل لایا وہ دل اس کے کام آئے گا۔

علم اور جہالت کا تقابل قرآن کی روشنی میں:

قرآن مجید میں اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں قُلْ هَلْ يَسْتَوِی الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ آپ فرما دیجئے کہ کیا علم والے اور بے علم برابر ہو سکتے ہے۔ بلکہ قرآن مجید میں سات چیزوں کو کہا گیا کہ وہ سات چیزوں کے برابر نہیں ہو سکتیں۔ جیسے اس آیت میں علم کے بارے میں فرمایا گیا کہ علم والا اور بے علم برابر نہیں ہو سکتے۔

دوسری جگہ فرمایا قُلْ لَا يَسْتَوِی الْخَبِيْثُ وَ الطَّيِّبُ کہ پاکیزہ چیز اور ناپاک چیز برابر نہیں ہو سکتی۔ فرمایا لَا يَسْتَوِیْ اَصْحَابُ النَّارِ وَ اَصْحَابُ الْجَنَّةِ جنت والے اور آگ والے برابر نہیں ہو سکتے۔ وَ مَا يَسْتَوِی الْاَعْمٰی وَ الْبَصِيْرُ بینا اور نابینا برابر نہیں ہو سکتے۔ وَ لَا الظُّلُمٰتُ وَلَا النُّوْرُ ظلمت اور روشنی برابر نہیں ہو سکتی۔ وَلَا الظِّلُّ وَلَا الْحَرُوْرُ دھوپ اور چھاؤں برابر نہیں ہو سکتی۔ وَمَا يَسْتَوِی الْاَحْيَاءُ وَ لَا الْاَمْوَاتُ زندہ اور مردہ برابر نہیں ہو سکتے۔

امام غزالیؒ فرماتے تھے ان آیات میں سات چیزوں سے مراد علم ہے اور ان کے مقابل کی سات چیزوں سے مراد جہالت ہے۔ لہذا علم، طیب، جنت، بصارت، نور، دل اور حیات سارے کے سارے الفاظ اللہ رب العزت نے علم کے لئے استعمال

فرمائے اور دوسرے الفاظ اللہ رب العزت نے جہالت کے لئے استعمال فرمائے۔

علم کی فضیلت قرآن مجید سے

اس دنیا میں حقیقی عزت ملی انبیائے کرام کو اور وہ دائمی عزت تھی۔ اور یہ وہ لوگ تھے جو اللہ رب العزت کے پسندیدہ اور چنے ہوئے لوگ تھے۔ جن کی زندگی انسانیت کے لئے نمونہ تھی۔ دنیا دار الاسباب ہے، سبب کی ضرورت ہوتی ہے۔ تو انبیائے کرام کو دنیا کی عزتیں ملنے کا جو سبب بھی بنا وہ علم بنا۔ آیئے قرآن پاک سے ہم چند مثالیں دیکھیں۔

حضرت آدم علیہ السلام کی مثال:

حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ رب العزت نے مسجود الملائکہ بنایا، ملائکہ کو حکم دیا کہ تم آدم علیہ السلام کو سجدہ کرو، مگر اس سجدہ کرنے کا سبب ان کا علم بنا۔ فرمایا **وَ عَلَّمَ آدَمَ الْاَسْمَاءَ كُلَّهَا** اور ہم نے آدم علیہ السلام کو تمام اسماء کا علم عطا کر دیا۔ تو جو چیز سبب بن رہی ہے وہ ایسا علم تھا جو فرشتوں کو نہیں معلوم تھا لہٰذا فرمایا تم سجدہ کرو۔ تو جب اشیاء کے علم ہونے کی بنا پر حضرت آدم علیہ السلام مسجود الملائکہ بنے تو یہاں عارفین نے ایک نکتہ لکھا، اے انسان! جب اشیاء کے ناموں کا علم ہو تو انسان مسجود الملائکہ بن جاتا ہے تو جس انسان کو اللہ رب العزت کے ناموں کا علم اور اس کی معرفت ہوگی پھر اس کے مقامات کتنے بلند کر دیئے جائیں گے۔

حضرت داؤد علیہ السلام کی مثال:

حضرت داؤد علیہ السلام کو اللہ رب العزت نے دنیا میں بڑی سلطنت عطا فرمائی۔

اس کا سبب کیا بنا؟ قرآن پاک میں ارشاد فرمایا وَ عَلَّمْنَاهُ صَنْعَةَ لَبُوْسٍ لَّكُمْ اور ہم نے ان کولوہے کی زرہ بنانے کا علم عطا کر دیا تھا۔ وَ عَلَّمْنٰهُ اور ہم نے عطا کر دیا تھا۔ نسبت اپنی طرف فرمائی، اور ہم نے ان کولوہے کی زرہ بنانے کا علم عطا کر دیا تھا۔ اس بنا پر اللہ تعالیٰ نے دنیا میں ان کو بڑی سلطنت عطا کر دی۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کی مثال:

حضرت سلیمان علیہ السلام کو دنیا کی بھی شاہی ملی اور دین کی شاہی بھی۔ نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ ان جیسی دنیا کی شاہی نہ پہلے کبھی کسی کو ملی تھی نہ پھر ملے گی۔ ایسی شاہی ملی کہ انسانوں کے بھی بادشاہ، جنوں کے بھی، پرندوں کے بھی، حیوانوں کے بھی، درندوں کے بھی، خشکی کی مخلوق کے بھی اور تری کی مخلوق کے بھی بادشاہ بنے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز پر ان کو شاہی عطا فرمائی تھی۔ اللہ رب العزت نے ان کو ملکہ سبا پر غلبہ عطا کیا۔ اب ان کی فتح اور غلبے کا واقعہ قرآن مجید میں بیان کیا تو اس کی وجہ کیا بتائی گئی؟ انہوں نے فرمایا يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّيْرِ اے انسانو! مجھے اللہ رب العزت نے پرندوں کی بولی کو سمجھنے کا علم عطا کر دیا۔ دنیا کے اندر ایسی شاہی ملنے کا اور غلبہ نصیب ہونے کا سبب ان کا علم بنا۔

حضرت یوسف علیہ السلام کی مثال:

حضرت یوسف علیہ السلام کو اللہ رب العزت نے غلامی کی حالت سے نکال کر تخت کے اوپر بٹھایا۔ فرش پر تھے عرش پر بٹھا دیئے گئے۔ ایک وہ وقت بھی تھا کہ جب مصر کے بازار میں بک رہے تھے، ان کے بھاؤ اور دام لگ رہے تھے اور لوگ ان کو خریدنے کے لئے آ رہے تھے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے لئے لوگ قیمتیں لگا رہے

تھے، لیکن یہ علم کے حصول سے پہلے کا وقت تھا۔فرمایا فَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗ اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّ عِلْمًا دیکھئے اب علم عطا ہو رہا ہے اور پھر علم کے بعد اللہ رب العزت نے ان کو شاہی عطا فرمائی، ان کو دنیا کا تخت ملا، خزانے کی چابیاں ملیں۔فرمایا اِجْعَلْنِيْ عَلٰى خَزَآئِنِ الْاَرْضِ مجھے خزانوں کا والی بنادو۔اب یہ جو چابیاں ان کے حوالے ہو رہی ہیں اس کا سبب ''خواب کی تعبیر،، کا علم بنا۔بادشاہ وقت نے خواب دیکھا، کوئی تعبیر دینے والا نہ تھا۔چنانچہ حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس پہنچا اور کہا گیا کہ آپ تعبیر بتائیے۔ قرآن پاک میں ہے وَ كَذٰلِكَ يَجْتَبِيْكَ رَبُّكَ وَ يُعَلِّمُكَ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ اور اللہ رب العزت نے مجھے خواب کی تعبیر کا علم عطا کیا۔آپ نے خواب کی تعبیر دی۔بادشاہ وقت نے سوچا کہ یہی ہستی ہمیں اس فقر و فاقہ اور تنگدستی سے بچا سکتی ہے۔لہذا اس نے خزانوں کی چابیاں ان کے حوالے کر دیں۔حضرت یوسف علیہ السلام کے لئے دنیا کی شاہی نصیب ہونے کا سبب علم بنا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مثال:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دنیا میں اپنی والدہ سے تہمت کو دور کیا اپنے علم کی وجہ سے قرآن گواہی دیتا ہے وَ يُعَلِّمُهُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰةَ وَ الْاِنْجِيْلَ دیکھئے ان کو بھی علم عطا کیا گیا۔

حضرت خضر علیہ السلام کی مثال:

حضرت خضر علیہ السلام کے بارے میں مفسرین نے لکھا ہے کہ اولیاء میں سے بڑا مقام رکھنے والے ہیں۔انہیں ایک نبی علیہ السلام کا استاد بننے کا شرف نصیب ہوا اور نبیؑ بھی کتنی شان والے کہ کلیم اللہ۔ كَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا ان کو استاد بننے کا جو مقام نصیب ہوا اس کی وجہ ان کا علم بنا۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَآ

اٰتَیْنٰهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَ عَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا۔ ہم نے اسے اپنے پاس سے علم عطا کر دیا۔ تو علم سبب بن رہا ہے ایک ولی کے لئے کہ وہ اللہ رب العزت کے پیغمبر کا بھی اس وقت استاد بنا۔

حضور اکرم ﷺ کی مثال:

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ رب العزت نے کونین کی شاہی عطا فرمائی تھی۔ سید الاولین والآخرین بنایا اور ان کو بھی اللہ تعالیٰ نے علم میں ممتاز فرمایا وَ عَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَ كَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا اور آپ کو وہ علم دیا جو آپ کے پاس نہ تھا اور آپ پر اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل ہوا۔

ان تمام ہستیوں کے لئے دنیا میں عزتیں، شرافتیں اور غلبہ ملنے کا سبب جو چیز بن رہی ہے وہ ان کا علم ہے۔ تو معلوم ہوا کہ علم سے جو عزتیں ملتیں ہیں وہ دائمی ہوا کرتی ہیں اور مال کے ذریعے سے جو عزتیں ملتی ہیں وہ عارضی ہوتی ہیں۔ صبح کے وقت تخت پر ہوتے ہیں اور شام کے وقت تختے پر ہوا کرتے ہیں، رات کو وزیر ہیں صبح کو اسیر ہیں، رات کو صدر ہیں صبح کو ملک بدر ہیں، رات کو امیر ہیں صبح کو فقیر ہیں۔ مال سے ملنے والی ایسی عارضی عزت کا کیا فائدہ۔

عقلمند انسان:

عقلمند انسان وہ ہے جو اپنے آپ کو زیور علم سے آراستہ کرے۔ جو اپنے دل کو علم کے نور سے منور کرے تاکہ وہ دنیا کے اندر عزتوں والی زندگی اور کامیابیوں والی زندگی اختیار کر سکے۔

انمول باتیں:

حضرت سفیان ثوریؒ ایک بڑے فقیہ گزرے ہیں۔ فرمایا کرتے تھے کہ اگر

نیک نیت ہوتو طالب علم سے افضل کوئی نہیں ہوتا۔ سچی بات یہی ہے کہ جس گھر میں کوئی اہل علم نہ ہو تو وہ گھر جانوروں کا ڈربہ ہوا کرتا ہے۔ اُولٰئِکَ کَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ وہ تو جانور ہیں بلکہ ان سے بھی بدتر۔ اُولٰئِکَ هُمُ الْغَافِلُوْنَ ۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ اگر انسان راستے سے واقف ہوتو وہ اپنے لنگڑے گدھے کو بھی منزل پہ پہنچا لیتا ہے اور جس کو راستے کا پتہ نہ ہواس کا موٹا تازہ گدھا بھی راستے میں کھڑا ہوتا ہے۔ معلوم ہوا کہ اگر علم ہوتو انسان اپنی زندگی میں منزل مقصود پر پہنچ جایا کرتا ہے۔ علم کی اہمیت اس لحاظ سے بہت زیادہ ہے۔

عمل کی ضرورت:

ایک نکتہ سمجھئے کہ جس طرح چراغ جلے بغیر روشنی نہیں دیتا اسی طرح علم بھی عمل کے بغیر فائدہ نہیں دیتا۔ عمل کے بغیر علم معلومات کہلاتا ہے۔ اسی لئے تو قرآن مجید میں بنی اسرائیل کے بے عمل پیروں کو کتوں سے تشبیہ دی گئی اور بے عمل علما کو گدھے کے ساتھ تشبیہ دی گئی۔ بلعم باعور کے بارے میں فرمایا گیا فَمَثَلُهٗ کَمَثَلِ الْکَلْبِ اس کی مثال کتے کی سی ہے۔ اور بے عمل علما کے بارے میں فرمایا کَمَثَلِ الْحِمَارِ یَحْمِلُ اَسْفَارًا یہ تو گدھے ہیں جن کے اوپر بوجھ لادا ہوا ہے۔ اس لئے علم کا فائدہ بھی تبھی نصیب ہوتا ہے جب انسان اس کو عمل کی شکل میں ڈھال لیتا ہے۔ اسی لئے ضرب المثل ہے کہ علم عمل کا دروازہ کھٹکھٹاتا ہے، کھل جائے تو موجود رہتا ہے ورنہ ہمیشہ کے لئے رخصت ہو جاتا ہے۔

اخلاص کی ضرورت:

علم کے بعد ایک قدم اور ہے جس کو اخلاص کہتے ہیں۔ یہ تین چیزیں جب اکٹھی

ہو جاتی ہیں (علم، عمل اور اخلاص) تو پھر یہ ایک قوت بن جاتی ہیں، ایک طاقت بن جاتی ہیں۔ جس انسان کے اندر علم بھی ہوگا عمل بھی ہوگا، اخلاص بھی ہوگا تو اب یہ الفاظ اور حروف نہیں بلکہ اب یہ ایک طاقت ہے ایک قوت ہے۔ اور اس قوت کی وجہ سے اسے اللہ رب العزت دنیا اور آخرت میں عزتیں دیتے ہیں۔ اس لئے ہمیں اپنے اندر اخلاص پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔

آصف بن برخیا کے علم، عمل اور اخلاص کی برکت:

دیکھئے، دنیا کے اندر بھی انسان ایسے کام کر دکھاتا ہے جو جن بھی نہیں کر پاتے۔ پڑھئے قرآن پاک کہ جب ملکہء بلقیس کا تخت منگوانا تھا تو حضرت سلیمانؑ نے اپنی پارلیمنٹ کے ممبروں کو کہا تھا۔ یا یھا الملاء اے میرے امراء! مشیرو! وزیرو! اَیُّکُمْ یَاْتِیْنِیْ بِعَرْشِهَا قَبْلَ اَنْ یَّاْتُوْنِیْ مُسْلِمِیْنَ تم میں سے کون ہے جو ملکہ بلقیس کا تخت مجھ تک لے آئے اس سے پہلے کہ بلقیس مجھ تک آ پہنچے، قَالَ عِفْرِیْتٌ مِّنَ الْجِنِّ جنوں میں سے ایک عفریت نے کہا، (عفریت کہتے ہیں بڑے جن کو، جنوں میں سے بھی پہلوان جن کو)۔ اَنَا اٰتِیْکَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ تَقُوْمَ مِنْ مَّقَامِکَ میں اسے آپ کے پاس لا سکتا ہوں اس سے پہلے کہ آپ اپنی جگہ سے کھڑے ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ یہ تو بڑی دیر ہے کہ مجلس کے ختم ہونے سے پہلے لاؤ گے، مجھے اس سے پہلے چاہئے۔ اب وہاں پر جن بھی بے بس ہو گئے۔ اللہ کا ایک بندہ آصف بن برخیا اس وقت کھڑا ہوتا ہے۔ کہتا ہے اَنَا اٰتِیْکَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ یَّرْتَدَّ اِلَیْکَ طَرْفُکَ میں اسے لا سکتا ہوں اس سے پہلے کہ آپ اپنی پلک جھپکیں۔ بھلا یہ کون تھا؟ قرآن میں اس کے بارے میں فرمایا قَالَ الَّذِیْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْکِتٰبِ کہا اس نے جس کے پاس کتاب کا علم تھا۔ سبحان اللہ، سبحان اللہ۔ جہاں عفریت بھی کوئی کام

کرنے سے بے بس ہو جاتے ہیں وہاں ایک اہل علم کھڑا ہوتا ہے قَالَ الَّذِیْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ اَنَا اٰتِیْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ یَّرْتَدَّ اِلَیْكَ طَرْفُكَ اور جب انہوں نے پلک جھپک کر دیکھا فَلَمَّا رَاٰهُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَهٗ قَالَ هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّیْ فرمایا یہ تو میرے رب کا فضل ہے۔ اس لئے علم، عمل اور اخلاص جب تین چیزیں اکٹھی ہو جائیں تو پھر یہ قوت اور طاقت بن جایا کرتی ہیں۔ پھر یہ ایمانی قوت اور طاقت انسان کو دنیا اور آخرت میں عزتیں دیا کرتی ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے علم، عمل اور اخلاص کی برکات:

سیدنا عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ کے پاس علم، عمل اور اخلاص سے ملنے والی قوت اور طاقت موجود تھی اور اسی قوت اور طاقت کی وجہ سے اللہ رب العزت نے دنیا کے فرمانرواؤں اور بادشاہوں کے تاج ان کے قدموں میں لا کر ڈال دیئے۔ فقیرانہ زندگی تھی۔ لیکن وقت کے بڑی بڑی سپر پاور والے بادشاہ قیصر اور کسریٰ بھی تھرایا کرتے تھے۔ نام سن کر کانپتے تھے، لرزہ براندام ہو جاتے تھے۔ اس لئے کہ ان کے پاس علم، عمل اور اخلاص کی قوت موجود تھی۔

ہوا پر حکم:

ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ منبر پر کھڑے ہو کر فرمایا یَا سَارِیَةُ الْجَبَلْ اے ساریہ! پہاڑ کی طرف سے دھیان رکھنا۔ ہوا ان کے پیغام کو زبان سے لے کر اس کے امیر لشکر تک پہنچا دیتی ہے۔ یہ ان کا ہوا پہ حکم چل رہا ہے۔

زمین پر حکم:

کتابوں میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ مدینہ میں زلزلہ آیا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے زمین پر

ایڑی ماری، فرمایا، اے زمین تو کیوں ہلتی ہے؟ کیا عمر ﷺ نے تیرے اوپر عدل قائم نہیں کیا؟ زمین کا زلزلہ اسی وقت رک جاتا ہے۔

آگ پر حکم:

ایک مرتبہ مدینہ کے باہر ایک آگ نکلتی ہے اور مدینہ طیبہ کی طرف بڑھنا شروع کر دیتی ہے۔ سیدنا عمر ﷺ ایک صحابی کو بلا کر حکم دیتے ہیں کہ اس آگ کو پیچھے اس کے اپنے مخرج کی طرف دھکیل دیجئے۔ وہ اپنی چادر کو کوڑے کی مانند بنا کر اس آگ کی طرف مارنا شروع کرتے ہیں۔ آگ ہٹتے ہٹتے جہاں سے نکلی تھی وہاں پر واپس چلی جاتی ہے۔ سبحان اللہ، آگ پر حکم چل رہا ہے، ہوا پر حکم چل رہا ہے، زمین پر حکم چل رہا ہے۔ دریاؤں کے پانی پر حکم چل رہا ہے۔

پانی پر حکم:

حضرت عمر ﷺ کو ایک مرتبہ مصر کے امیر لشکر نے لکھا، اے امیر المؤمنین! دریائے نیل کے پانی کے جاری ہونے کے لئے ہر سال ایک جوان لڑکی کی قربانی دی جاتی ہے۔ تو آپ نے جوابی خط لکھا کہ اسے دریا میں ڈال دو۔ اس خط میں لکھا تھا اے نیل! اگر تو اپنی مرضی سے چلتا ہے تو مت چل۔ لیکن اگر تو اللہ رب العزت کے حکم سے چلتا ہے تو امیر المومنین عمر ابن الخطاب تجھے حکم دیتا ہے کہ تو چلنا شروع کر۔ دریائے نیل کا پانی آج بھی چل رہا ہے اور عمر ابن الخطاب ﷺ کی عظمتوں کے پھریرے لہرا رہا ہے۔

بیت المقدس کیسے فتح ہوا؟

بیت المقدس کی فتحیابی کا مسئلہ ہے۔ مسلمانوں نے وہاں پر چڑھائی کی۔ وہاں

کے لوگوں نے کہ کہا کہ آپ اپنے خلیفہ کو ہماری طرف بھیجئے۔ ہمارے پاس ان کی نشانیاں ہیں، ہم دیکھیں گے کہ اگر وہ نشانیاں موجود ہوئیں تو بغیر کسی لڑائی کے ہم چابیاں ان کی جھولی میں ڈال دیں گے۔ حضرت عمرؓ کی ظاہری زندگی یہ تھی کہ اپنے کرتے پر بھی چمڑے کے پیوند لگے ہوئے ہیں۔ عدل وانصاف اتنا کہ اگر غلام ساتھ ہے تو کچھ فاصلہ خود سواری پر بیٹھتے اور وہ پیدل چلتا اور کچھ فاصلہ آپ پیدل چلتے ہیں اور اس کو سواری پر بٹھاتے ہیں اور جب آخری وقت آیا تو وہ منزل آپ کے پیدل چلنے کی تھی اور غلام کے سواری پر بیٹھنے کی تھی۔ مسلمانوں کا امیر المومنین اس حال میں دشمن کے سامنے پیش ہوتا ہے کہ اس نے اونٹ کی مہار پکڑی ہوئی ہے، غلام اوپر بیٹھا ہوا ہے، کپڑے میں پیوند لگے ہیں مگر ان کے چہرے پہ وہ جاہ وجلال تھا، وہ ہیبت تھی، اللہ نے رعب کے ذریعے ان کی ایسی مدد کی کہ جب کفار نے دیکھا تو ان کے پتے پانی ہو گئے۔ کہنے لگے کہ یہ وہی شخصیت ہے جس کی نشانیاں کتابوں میں ہیں۔ بیت المقدس کی چابیاں ان کی جھولی میں ڈال دی جاتی ہیں۔ یہ عزتیں کیسے مل رہی ہیں؟ صرف قوت ایمانی کے سبب جو انسان کو علم، عمل اور اخلاص کی وجہ سے نصیب ہوتی ہیں۔

چراغ علم جلاؤ:

تو آج اس بات کی ضرورت ہے کہ وہ طالبات جو آج سندات لے کر فارغ ہوئیں اور جن کو اللہ رب العزت نے یہ خوشی کا موقع فراہم کیا کہ علم کی نسبت نصیب ہوئی وہ اس علم پر عمل کر کے خود بھی نیک بنیں اور جہاں رہیں وہاں بھی علم کی روشنی کو پھیلائیں۔

چراغ علم جلاؤ بڑا اندھیرا ہے

آج ضرورت ہے اس بات کی جہاں جہاں جو بچی جائے وہ علم کے چراغ کو جلائے تا کہ امت کے اندر جو جہالت کا اندھیرا آچکا یہ روشنی میں تبدیل ہو جائے اور یہ روشنی مینارۂ نور بن جائے اور لوگوں کی زندگیوں کو منور کرنے لگ جائے۔ نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے جو دین کی محنت کی اور دین ہم تک پہنچایا اس دین کی حفاظت کرنے والی جماعت میں آپ بھی شامل ہو جائیں۔ جب آپ علم پر عمل کریں گی اور اس عمل کی روشنی کو پھیلائیں گی تو آپ اس دین کی حفاظت کرنے والوں کے گروہ میں اور جماعت میں شامل ہو جائیں گی۔

نبی اکرم ﷺ کی بہترین دعا:

اللہ تعالیٰ کے محبوب ﷺ نے فرمایا نَضَّرَ اللّٰہُ اِمْرَءً سَمِعَ مَقَالَتِیْ فَوَعَاھَا وَ اَدَّاھَا کَمَا سَمِعَھَا اللہ اس شخص کے چہرے کو تروتازہ رکھے کہ جس نے میری بات کو سنا، اس پر عمل کیا پھر اس کو محفوظ کیا اور لوگوں تک اس کو ایسے پہنچایا جیسے اس کو سنا۔ اے بیٹی! اگر اللہ کے محبوب ﷺ فرماتے ہیں، اللہ اس کے چہرے کو تروتازہ رکھے، کتنی پیاری دعا دی، معلوم ہوا کہ جو بچی دین کا کام کرے گی اللہ تعالیٰ اس کی شکل وصورت پر بھی ایسا نور دیں گے جو اس کے چہرے کی زیبائش ہوگا، چہرے پر جاذبیت ہوگا۔ چونکہ محبوب ﷺ نے فرمایا اللہ اس کے چہرے کو تروتازہ رکھے۔ اس لئے اللہ اس کو پریشانیوں سے غموں سے خود بچائیں گے تا کہ اس کے چہرے پر کبھی شکن نہ آئے، کسی پریشانی کی وجہ سے کسی خوف کی وجہ سے اس کے چہرے پر اثرات نہ ہوں۔ اس لئے دین کے کام کی برکت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ رزق کی تنگی سے بچائیں گے اور دنیا کی

ذلت و رسوائی سے بچائیں گے اور اس کے چہرے کو تر و تازہ رکھیں گے۔ اللہ رب العزت ہمیں زندگی کے اوقات کی قدر و قیمت کرنے کی توفیق نصیب فرمائے۔

لمحۂ فکریہ:

آج بھی جو انسان چاہے کہ مجھے یہ عزتیں نصیب ہوں تو راستہ وہی ہے کہ علم حاصل کرے اس کو عملی جامہ پہنائے اور عمل فقط اللہ رب العزت کی رضا کے لئے کرے۔ اپنی شخصیت کے اندر عمل کو پیدا کر لیجئے پھر دیکھئے اللہ رب العزت دنیا میں کیسی عزتیں عطا فرما دیتے ہیں۔ ہم گناہوں کی زندگی گزار کر عزتوں کے طلبگار بنتے پھرتے ہیں۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ ہم نفس و خواہشات والی زندگی گزاریں اور پھر سوچیں کہ عزتوں بھری زندگی ملے گی۔ اس لئے عزت والی زندگی اس انسان کو ملتی ہے جس کی زندگی کی بنیاد سچ پر ہوتی ہے۔ یاد رکھئے! ایک گناہ کو چھپانے کے لئے جھوٹ بولنا پڑے گا اور ایک جھوٹ کو چھپانے کے لئے کئی جھوٹ بولنا پڑیں گے۔ بعض اوقات جھوٹ پر ہی زندگی کی بنیاد ہوتی۔ اس لئے طالبات اپنے دلوں میں جھانک کر دیکھیں کہ انہوں نے علم کی جو نسبت پائی، کیا فقط لوگوں کو دکھانے کے لئے ہے۔ اگر ساری دنیا ہمیں نیک کہتی رہی مگر اللہ رب العزت کے ہاں نیکوں میں شمار نہ ہوا تو یہ دنیا کی تعریفیں کس کام کی اور اگر ساری دنیا ہمیں برا کہتی رہی لیکن اللہ رب العزت کے ہاں ہم نیک لوگوں میں گنے گئے تو ہمیں دنیا کی یہ بدتعریفی کیا نقصان پہنچا سکے گی۔

؎ لوگ سمجھیں مجھے محروم و قار و تمکیں
وہ نہ سمجھیں کہ میری بزم کے قابل نہ رہا

اگر اللہ رب العزت کے دفتر میں ہمارا نام کذاب لکھا گیا کہ یہ جھوٹا ہے، بات بات میں جھوٹ بولنا، بات بدل کے کرنا، الفاظ بدل کے بولنا، بات کچھ تھی انداز کسی

اور میں پیش کرنا، ہرایک کے سامنے انہی طرح کی باتیں۔ جب جھوٹ ہماری زندگی کی بنیاد ہوگا تو بھلا انسان کو سکون کیسے مل سکتا ہے۔ یادرکھئے گناہ انسان کو کسی نہ کسی صورت پریشان ضرور رکھتا ہے۔ کوئی انسان ایسا نہ ملے گا جو گناہوں والی زندگی گزارے اوراس کا دل آپ کو مطمئن نظر آئے، اس کا دل ہمیشہ پریشان ہوگا۔ حتیٰ کہ کامیابی سے گناہ کرنے والے جنہوں نے اپنے قریبی عزیزوں کی آنکھوں پہ پٹیاں باندھیں، ان کی آنکھوں میں دھول جھونک دی، کسی کو پتہ نہ چلنے دیا، اس طرح کامیابی سے گناہ کرتے رہنے والے کے دل کو جھانک کر دیکھیں ان کے دلوں میں بھی آپ بے سکونی پائیں گے۔ وہ مجرم ہوتے ہیں اللہ رب العزت کے بھی اور اپنے ضمیر کے بھی۔ ان کا ضمیر انہیں ہر دن میں ملامت کر رہا ہوتا ہے۔ وہ آنکھیں بند کرتے ہیں تو اپنے آپ کو مجرم کھڑا پاتے ہیں۔ جیسے ضمیر کی عدالت کے کٹہرے میں کھڑے ہیں اور انہیں ضمیر پکار کر کہہ رہا ہے کہ تم اپنی اوقات کو تو پہچانو، دنیا تمہیں کیا سمجھتی ہے اور تم اپنے من میں جھانک کر دیکھو تمہاری اوقات کیا ہے؟ حقیقت کیا ہے؟ تم اللہ کو کیا چہرہ دکھاؤ گے۔

کتنی عجیب بات ہے کہ صبح بستر سے اٹھتے ہیں منہ دھوئے بغیر لوگوں کے سامنے نہیں جاتے کہ میلا منہ لے کر کیسے جائیں گے۔ ارے! جس چہرے کو دنیا نے دیکھا اس کو دھوئے بغیر تم سامنے نہیں جاتے، جس چہرے کو پروردگار نے دیکھنا ہے جب اس پر گناہوں کی میل لگ گئی تو پھر پروردگار کو وہ چہرہ کیسے دکھائیں گے۔

گناہوں کی معافی کس طرح مانگیں:

ہم اب تک زندگی میں جو گناہ کر چکے ہمیں چاہئے کہ آج کی اس محفل میں اللہ رب العزت سے پکی معافی مانگیں، دل میں ارادہ کریں، رب کریم! جو ہو چکا وہ تو گزر چکا، ہم اس پر نادم ہیں، شرمندہ ہیں، رب کریم! جو وقت زندگی کا آئندہ باقی

ہے اس میں نیکوکاری کی زندگی نصیب فرما دے۔ اے اللہ! آپ نے ہمیں دنیا میں علم کی نسبت دے دی، اللہ! اس نسبت کو نبھانے کی توفیق عطا فرما۔ ایسا نہ ہو کہ ہم علم کی بدنامی کا سبب بنیں، علم کے نام پر بٹہ لگنے کا ذریعہ بن جائیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی ایسی کوتاہی کر بیٹھیں، کوئی ایسا گناہ کر بیٹھیں، کوئی ایسی غلطی کر بیٹھیں کہ لوگ یوں کہیں کہ دیکھو علم پڑھنے والوں کی زندگی ایسی ہوتی ہے۔ ارے! علم والے تو بڑی شان والے گزرے۔ ان کی زندگیاں تو بالکل پاکیزہ زندگیاں تھیں جن پر پھولوں کی پاکیزگی بھی قربان کر دی جائے، ان کے دامن اتنے صاف ہوتے تھے۔ آج ہمیں اللہ تعالیٰ نے اگر آج کے دور میں علم کی یہ نسبت عطا کی تو ہمیں بھی اپنے دامن کو گناہوں سے بچا کر زندگی گزارنی ہے، پاکدامنی کی زندگی، پرہیزگاری کی زندگی، نیکوکاری کی زندگی، جب اس طرح احتیاط کی زندگی گزاریں گے تو اللہ رب العزت کی رحمتیں برسیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہم پر مہربانی فرمائیں گے۔

آپ اپنے گناہوں کی اللہ تعالیٰ سے خوب معافی مانگیں۔ اصرار کے ساتھ، تکرار کے ساتھ، بار بار التجا کر کے معافی مانگئے۔ ایک چھوٹا بچہ ماں سے کچھ مانگتا ہے، ماں انکار کر دیتی ہے، بچہ باز نہیں آتا وہ پھر مانگتا ہے، ماں جھڑک بھی دیتی ہے، وہ پھر پیچھے نہیں ہٹتا، بچہ چھوٹا سہی مگر اس راز کو جانتا ہے کہ بار بار مانگنے سے میرا کام بنے گا اور بالآخر امی مجھے چیز دے دی گی۔ کبھی تو ماں اس کو تھپڑ بھی لگا دیتی ہے وہ رو بھی پڑتا ہے مگر ماں کی طرف لپکتا ہے۔ جب ایک چھوٹا بچہ ماں کے سامنے اتنی استقامت کے ساتھ کھڑا ہو جاتا ہے اور اس کی طرف بڑھتا ہے کہ ماں کو بھی پیار آتا ہے بچے کو اٹھا کے وہ سینے سے لگا لیا کرتی ہے۔ ہم بھی اسی طرح اللہ تعالیٰ کے در کو پکڑ لیں۔ معافی مانگیں اور بار بار مانگیں، اپنی ندامت کا اظہار کریں، اپنے دل کے اندر اپنے آپ کو مجرم سمجھتے ہوئے گنہگار سمجھتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے سچے دل سے معافی مانگیں۔ رب

کریم! ہم پر مہربانی فرما کہ ہمیں تو نے علم کی نسبت عطا فرمائی۔ اللہ! اس نسبت کی لاج رکھ لینا۔

عمل کی اپنے اساس کیا ہے
بجز ندامت کے پاس کیا ہے
رہے سلامت تمہاری نسبت
میرا تو بس آسرا یہی ہے

اللہ رب العزت نے جس طرح ظاہر میں علم کے ساتھ یہ نسبت دی اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بھی طلباء علماء کے قدموں میں جگہ عطا فرما دے۔ یہی ہمارے لئے مغفرت کا سبب بن جائے گی۔

اپنی ''میں'' کو مٹا لیجئے:

کبھی کبھی انسان کی ''میں'' اس کے راستے کی رکاوٹ بن جاتی ہے، اس ''میں'' کو مٹا دیجئے۔ نفس کو اللہ کے لئے پامال کر دیجئے اور مٹ کر اللہ کے دین کا کام کیجئے۔ مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰهِ رَفَعَهُ اللّٰه جو اللہ کے لئے تواضع کو اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے عزتیں عطا فرماتے ہیں۔

رب کریم کا دروازہ:

ہم سچے دل سے معافی مانگیں، بار بار پروردگار کا دروازہ کھٹکھٹائیں۔ جو انسان بار بار دروازہ کھٹکھٹاتا ہے بالآخر اس کے لئے وہ دروازہ کھول دیا جاتا ہے۔ مگر دل کے اندر پکا یقین ہو کہ ہمیں اگر رحمتیں ملنی ہیں تو اسی دروازے سے، مغفرت ملنی ہے تو اسی دروازے سے، ہمیں بخشش ملنی ہے تو اسی دروازے سے، ہمیں عزتیں ملنی ہیں تو اسی دروازے سے۔ اللہ رب العزت کے محبوب نے ہمیں یہ در دکھایا اور ساتھ یہ بھی

بتا دیا کہ اس در کے سوا کوئی در نہیں ہے۔

اللہ کو راضی کر لیں:

اللہ رب العزت کو اس وقت تک منانا ہے جب تک کہ وہ راضی نہ ہو جائے۔ اس دروازے کو پکڑے رہیے، دن رات دعائیں کیجئے، تہجد پڑھ کر، نفل پڑھ کر اپنی تنہائیوں میں بیٹھ کر اللہ کے سامنے سر جھکا کر، سجدے میں سر ڈال کر معافیاں مانگئے، اس رب کو منانے کی کوشش کر لیجئے۔ اے اللہ! تو راضی سارا جگ راضی۔ اگر پروردگار راضی ہو گئے تو انسان کو دنیا میں بھی عزتیں ملیں گی۔ اس کے دروازے کے اوپر استقامت کے ساتھ جمے رہئے حتی کہ اللہ تعالیٰ ہمارے لئے خیر کے فیصلے فرما دے۔

ایک اعرابی کی عجیب دعا:

مجھے ایک اعرابی کی بات یاد آئی۔ دیہات کے رہنے والے تھے۔ صحابی تھے، آ گئے مسجد نبوی ﷺ میں، دعا مانگتے ہیں اور کیا کہتے ہیں۔ **اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ فَاِنَّکَ لَا تَغْفِرُ فَاغْفِرْ** اے اللہ! مجھے معاف کر دے، اے اللہ! مجھے معاف کر دے اور اگر تو نے میری مغفرت نہیں بھی کرنی تو پھر بھی مغفرت فرما دے۔ بار بار یہی دعا کر رہے تھے۔ سوچئے کہ جب اتنی عاجزی کے ساتھ اتنی انکساری کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے دعا مانگے گا کہ، اے اللہ، میری بخشش فرما دے اگر بخشش نہیں بھی کرنی تو پروردگار! پھر بھی بخشش فرما دے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت جوش میں کیوں نہیں آئے گی۔ پھر اللہ تعالیٰ مہربانی فرماتے ہیں۔ قرآن ہمیں پکار رہا ہے۔ **قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ** میرے بندوں کو کہہ دو جو گناہوں میں ڈوبے پھرتے ہیں کہ تم میری رحمت سے مایوس نہ ہونا۔ **اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ**

الذُّنُوبَ جَمِیعًا ۔ سبحان اللہ،

اللہ رب العزت اپنی رحمتیں فرمائے، ہماری زندگی کی کوتاہیوں سے درگزر فرمائے اور جو وقت باقی ہے اللہ تعالیٰ اس کو علم عمل اور اخلاص کے ساتھ گزارنے کی توفیق نصیب فرمائے۔

و اخر دعوانا ان الحمدلله رب العالمين